کی رحمت سے امید ہے کہ آپ کا روزہ ہو جائے گا (ع-م)۔

حرام کمائی سے مسجد کی تعمیر

س : ہمارے محلے میں ایک صاحب نے مسجد اس آمدنی سے بنوائی ہے جسے منشیات کی آمدنی کہا جاتا ہے اور وہ آج کل امریکہ میں منشیات اسمگل کرنے پر سزا بھی کاٹ رہا ہے۔ مسجد کی زمین اور تعمیر اور جملہ اخراجات اس شخص کی کمائی سے ہو رہے ہیں۔ کیا ایسی کمائی کی بنائی گئی مسجد میں نماز اور دیگر عبادت شرعی طور پر درست ہیں اور کیا خدا لوگوں کی عبادات قبول کرے گا؟

ج : ایک ایسا شخص جس کی کمائی حلال و حرام دونوں پر مشتمل ہے' اگر اس کی زیادہ کمائی حلال کی ہے تو اس کی تعمیر کی ہوئی مسجد' مسجد شمار ہو گی اور یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے مسجد حلال روپے سے بنوائی ہے۔ اس کے بجائے اگر اس کی حرام کی کمائی زیادہ ہے تو آپ ایسے شخص سے جو اسمگلنگ اور منشیات فروشی کا کام کرتا ہے' مسجد کی تعمیر کے بارے میں پوچھ سکتے ہیں کہ اس میں کون سی رقم لگائی گئی ہے۔ اگر وہ کہے کہ حلال کی کمائی سے مسجد تعمیر کی ہے' تو پھر آپ اس مسجد میں بلا تردد نماز پڑھ سکتے ہیں (ع-م)۔

پروفیشنل ازم یا اسلام : ترجیحات کا مسئلہ

س : موجودہ دور کو پروفیشنل ازم کا دور کہا جاتا ہے۔ پیشہ ورانہ روایات اور تقاضوں کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ ان روایات کا تقاضا ہے کہ وقت مقررہ پر دفتر پہنچا جائے اور دفتر کے معاملات جن سے روزگار اور کیریئر وابستہ ہے انھیں اولین ترجیح دی جائے۔ بسا اوقات یہ تقاضے قرآن و سنت سے متصادم نظر آتے ہیں' مثلاً ایک فرد کو کسی شخص کی مدد کے لیے ہنگامی طور پر جانا پڑتا ہے' اور اسے دفتر سے تاخیر ہو جاتی ہے۔ اسلام کا تقاضا ہے کہ مدد کے لیے پکارنے والے کی مدد کی جائے مگر پروفیشنل ازم کا تقاضا ہے کہ بروقت پہنچا جائے۔ اسی طرح نماز کا وقت ہو گیا ہے مگر افسر بالا کو ضروری کام ہے۔ کسے ترجیح دی جائے؟

ج : کتاب و سنت کے تقاضے ہر اعتبار سے بالاتر ہیں۔ جو رویہ بھی اس سے ٹکرائے وہ قابل اصلاح ہے۔ تاہم پروفیشنل ازم کے تقاضے کتاب و سنت سے متصادم نہیں۔ پروفیشنل ازم کی روایات کیا ہیں؟ یہی کہ مقاصد کو پہلے واضح کیا جائے' انجام پر نظر رکھی جائے' وسائل کو بچایا جائے' عہد کو پورا کیا جائے' جو کہا جائے اسے نبھایا جائے' حسن سلوک روا رکھا جائے' احسن کی جستجو کی جائے' اہل افراد کو کام سونپا جائے' کام

کرنے والوں اور نہ کرنے والوں میں تفریق کی جائے' جائز معاوضہ دیا جائے' وقت کی پابندی کی جائے' صحیح مشورہ دیا جائے' بروقت تنقید کی جائے' جس شعبے سے متعلق کام ہو' اس کے ماہرین کی رائے کو اہمیت دی جائے' اور اس کام کو انجام دینے کا جو مخصوص اور معروف اسلوب ہو اس کو پیش نظر رکھا جائے۔

ان تمام باتوں میں اور کتاب و سنت کے تقاضوں میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔ سیرت نبویؐ سے بھی اس کی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ ضرورت تو اس بات کی ہے کہ دینی کاموں میں اور دینی اداروں میں بھی ان روایات کی پاسداری کی جائے تاکہ بہتر نتائج سامنے آسکیں۔

بات دراصل پیشہ ورانہ روایات اور کتاب و سنت کی نہیں ' بلکہ پیشہ ورانہ مصروفیات اور دیگر دل چسپیوں میں توازن اور ترجیحات کے قیام کی ہے۔ کوئی کلیہ ایسا نہیں کہ ہر موقع پر انسان اپنے آپ کو جن دوراہوں پر پاتا ہے اس میں راہ عمل کو آسانی سے سمجھا دے۔ آپ خود ہر موقع پر جو حالات درپیش ہوں ان میں فوائد و نقصانات کا میزانیہ بنا کر طویل المیعاد و قریب المیعاد اثرات کو دیکھتے ہوئے راہ عمل کا انتخاب کریں۔

مثال کے طور پر آپ نے دفتر وقت پر پہنچنے اور کسی ضرورت مند کی مدد کے مابین اہمیت کی بات کی ہے۔ دفتر وقت پر پہنچنا آپ کے عہد کا حصہ ہے۔ اس کے عوض آپ معاوضہ لیتے ہیں۔ عمومی حالات میں آپ اس عہد کو نبھانے کے پابند ہیں۔ البتہ کسی ناگزیر صورت میں کسی کی اہم ضرورت پوری کرنے کے لیے آپ کبھی تاخیر سے پہنچ جائیں' جب کہ اس تاخیر سے دفتر میں کام کا حرج بھی نہ ہو تو شاید گوارا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایسا اگر روزانہ ہونے لگے تو آپ یا تو دفتر کے بندھن سے اپنے آپ کو آزاد کر لیں' یا وہ خود ہی آپ کو آزاد کر دیں گے۔

اسی طرح اذان ہو جائے تو ظاہر ہے کہ نماز کی اولیت مسلمہ ہے۔ آپ افسر سے انتظار کا کہہ سکتے ہیں لیکن افسر کی فلائٹ نکل جائے گی اور اسے آپ سے ضروری فائل لینا ہے تو آپ پہلے فائل دے دیں اور پھر نماز پڑھ لیں۔ اسی طرح اگر عملہ سے غلطیاں ہوں تو کتاب و سنت کا اصل تقاضا یہ ہے کہ اس کی اصلاح ہو تاکہ انفرادی غلطیاں اجتماعی نقصانات کا موجب نہ بنیں۔ اگر معاف کر دینے سے اصلاح ممکن ہے تو بہت اچھا' ورنہ آپ سختی سے ڈانٹ سکتے ہیں' سزا بھی دے سکتے ہیں اور نکال بھی سکتے ہیں۔ اگر کوئی بار بار خیانت کرے اور آپ ہر بار اس کو معاف کر دیں تو پکڑ آپ کی ہونا چاہیے۔

مختصراً یہ کہ کتاب و سنّت کا مقام اٹل ہے اور پروفیشنل ازم کی روایات اس سے ہم آہنگ ہیں--- زیادہ مسئلہ ترجیحات کو قائم کرنے کا ہوتا ہے جس کا صحیح فیصلہ موقع پر ہی کیا جا سکتا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے باہمی تعلق کو کتاب و سنت کی مدد سے اگر آپ سمجھ لیں تو آپ کو فیصلہ کرنے میں آسانی

ہوگی۔ یہ دونوں الگ نہیں' ایک دوسرے میں پیوست ہیں' ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بندوں کا وکیل بن کر بھی پوچھے گا--- لوگ ان دونوں کو الگ دائرے کی صورت میں دیکھتے ہیں' جب کہ حقیقت میں یہ دونوں ایک ہی شریعت کا حصہ ہیں (ڈاکٹر حسن صہیب مراد)۔

این جی اوز اور دینی جماعتوں کا کردار

س: میں ایک سماجی کارکن ہوں اور کسی سیاسی یا مذہبی جماعت سے وابستہ نہیں ہوں' البتہ مطالعے کا شوقین ہوں۔ آج کل این جی اوز کے خلاف دینی جماعتوں کی طرف سے زبردست مخالفت کی جا رہی ہے۔ انھیں ملک دشمن اور بیرونی قوتوں کے آلہ کار کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ ہمارا معاشرہ ظلم پر مبنی بے شمار مسائل سے دوچار ہے' جیسے کاروکاری جس کے تحت لوگ دشمنی کی بنیاد پر بھی قتل کرتے ہیں' عورتوں کو جایداد کا حصہ نہ دینے کے لیے قرآن سے شادی کرنا' چولہا پھٹنے کی صورت میں اموات' خون بہا کے بدلے میں نوجوان لڑکیوں کا بوڑھوں سے بیاہ دینا' بعض علاقوں میں خواتین کو تعلیم اور ووٹ کے حقوق سے محروم رکھنے کی روایت' نجی جیلیں' دینی جماعتوں کے اداروں میں کم تنخواہ کے ذریعے استحصال اور یہ کہ معاشرے میں زنا آسان اور نکاح مشکل ہے وغیرہ۔ ان میں صرف این جی اوز دل چسپی لیتی ہیں' دینی جماعتوں نے ان کے خلاف کبھی آواز نہیں اٹھائی۔ محسوس ہوتا ہے کہ این جی اوز کو موقع فراہم کرنے کی ذمہ دار دینی جماعتیں ہیں۔ اس میں جماعت اسلامی کا کردار بھی کچھ زیادہ مختلف نہیں۔

ج: آپ نے پاکستان کے مختلف علاقوں میں جاگیردارانہ جہالت پر مبنی واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ ان کے مسائل کے سلسلے میں این جی اوز کی کاوش کو ستایش کی نظر سے دیکھتے ہیں اور آپ کے خیال میں دینی جماعتوں کی طرف سے ان معاملات کو نمایاں نہ کرنے کے نتیجے میں ہی این جی اوز کو کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ ایسے واقعات کی حقیقت کیا ہے؟ ان پر ہمارا موقف اور نکتہ نظر کیا ہے؟ اس سلسلے میں ہم نے کیا جدوجہد کی ہے؟ اس کو بیان کرنے سے پہلے آپ کی توجہ کے لیے دو تین نکات پیش خدمت ہیں:

کیا پاکستان کے عوام کے اصل مسائل یہی ہیں؟ اگر آپ غور کریں تو پاکستان کے غریب عوام چاہے مرد ہوں یا عورتیں ان کے اصل مسائل جن کی آگ میں دور دراز مقامات پر رہنے والے کروڑوں غریب عوام جل رہے ہیں' یہ نہیں بلکہ دوسرے ہیں۔

پاکستان کا ایک اہم مسئلہ غربت ہے۔ ۴ کروڑ سے زائد انسان خط غربت سے بھی نیچے زندگی گزارنے